الجامع لأحکام القرآن: تفسیر قرطبی

مولانا نورالرحمٰن ہزاروی
ناظم تعلیمات جامعہ ندوۃ العلم، کراچی

''وہ کتابیں اپنے آباء کی......'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ امام قرطبی کی شہرۂ آفاق تفسیر ''الجامع لأحکام القرآن'' کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ —— (مدیر)

مؤلف کتاب امام قرطبیؒ: امام قرطبیؒ جلیل القدر مفسر اور سرآمد روزگار علماء میں سے ہیں، ان کی کنیت نام، نسب اور نسبت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فَرْح انصاری خزرجی اَندلسی قُرطبی ہے۔ نام اور کنیت کے مقابلہ میں ''قرطبی'' کی نسبت سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں۔ نہایت عابد، زاہد اور پرہیز گار تھے۔ انہوں نے اپنے اوقات کو عبادت اور تصنیف وتالیف میں تقسیم کیا ہوا تھا، ان کے دن تصنیف وتالیف میں گزرتے اور راتیں عبادت اور ''آہ سحر گاہی'' سے معمور تھیں۔ ان کی زندگی تکلفات سے بالکل عاری تھی، نہایت سادگی کے ساتھ پوری زندگی گزاری، سادگی کا یہ عالم تھا کہ معمولی مگر صاف ستھرا لباس زیب تن کرتے اور سر پر اونی یا سوتی ٹوپی پہنتے۔ انہوں نے اپنے وقت کے ماہرین وائمہ فن علماء سے اکتساب فیض کیا، جلیل القدر محدثین سے حدیث کا سماع کیا، جن میں حافظ ابوعلی حسن بن محمد بن محمد بکریؒ، حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن حفص یحصبیؒ اور شیخ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبیؒ جیسے محدثین شامل ہیں۔ آخر الذکر شیخ سے انہوں نے ان کی کتاب ''المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم'' کا کچھ حصہ سنا۔ بعض مصادر میں اس کتاب کا نام یوں ہے: ''المفهم في شرح صحيح مسلم''۔

امام قرطبیؒ کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی، البتہ ان کا انتقال پیر کی شب ۹ شوال المکرم ۶۷۱ھ بمطابق ۱۲۷۱ء کو ''منية ابن خَصيب'' میں ہوا۔ (الديباج المذهّب في معرفة أعيان علماء المذهب: ۳۰۹/۲، شذرات الذهب: ۳۳۵/۵، کشف الظنون: ۵۳٤/۱) امام قرطبیؒ نے بیش بہا کتب تصنیف کیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ (۱) الجامع لأحكام القرآن و المبين لما تضمّن من السنة وآي الفرقان۔ یہ ''تفسير القرطبيؒ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہی کتاب اس وقت ہمارے زیر تبصرہ ہے۔ (۲) الأسنى في شرح أسماء الله الحسنى۔ (۳) التذكار في أفضل الأذكار۔ یہ کتاب انہوں نے امام نوویؒ کی ''التبيان'' کے طرز پر تالیف کی ہے،

مگر یہ اس کے مقابلہ میں نہایت کامل اور جامع ہے، نیز اس میں معلومات بھی بہت زیادہ ہیں۔(۴)التذکرۃ بأحوال الموتی و أحوال الآخرۃ۔ یہ کتاب دوجلدوں میں ہے۔(الأعلام للزرِكْلي:٥/٣٢٢)(۵)شرح التقصي۔(٦) قمع الحرص بالزهدو القناعة، وردذل السؤال بالكتب و الشفاعة۔"ابن فرحون کہتے ہیں:"لم أقف على تأليف أحسن منه في بابه."یعنی اس باب میں اس سے بہتر کتاب مجھے معلوم نہیں"۔(الديباج المذهب:۲/۳۰۹)۔(۷)انہوں نے ایک"أرجوزة"بھی لکھا ہے،جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ جمع کیے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب"تفسیر القرطبي": زیر تبصرہ کتاب"الجامع لأحكام القرآن و المبين لماتضمّن من السنة و آي الفرقان"امام قرطبیؒ کی شہرہ آفاق تفسیر ہے۔ یہ اپنے اصل نام سے اتنی مشہور نہیں، جتنی"تفسیر القرطبي" کے نام سے مشہور ہے۔ امام قرطبیؒ کی کوئی کتاب ایسی نہیں، جو بیش بہا اور گراں قدر نہ ہو۔ مگر ان کی تفسیر ان کی تمام تالیفات سے بڑھ کر ہے۔ امام قرطبیؒ کی نیک نامی اور شہرت میں اس کا بڑا ہاتھ ہے۔ تفسیر قرطبی کے متعلق اہل علم نے جو تعریفی کلمات کہے ہیں، ان سے بھی اس کتاب کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے اسے مشہور، عظیم الشان اور کامل المعنی تفسیر قرار دیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:"وقد سارت بالتفسير العظيم الشأن الركبان، وهو كامل في معناه." (تاريخ الإسلام، وفيات سنة٦٧١)ابن فرحون کہتے ہیں:"هو من أجلّ التفاسير و أعظمهانفعا، أسقط منه القصص والتواريخ، وأثبت عوضها أحكام القرآن واستنباط الأدلة وذكر القراء ات والإعراب و الناسخ والمنسوخ. (الديباج المذهب: ٢/ ٣٠٩)یعنی"تفسیر قرطبی جلیل القدر اور نہایت مفید تفسیر ہے، جس میں امام قرطبیؒ نے تاریخی قصے کہانیاں ذکر کرنے کے بجائے قرآن مجید سے مستنبط ہونے والے احکام کو دلائل کی روشنی میں بیان کیا ہے، نیز اس میں انہوں نے مختلف قراءتوں، ترکیبوں اور ناسخ و منسوخ کے بیان کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے"۔ حافظ صلاح الدین صفدیؒ اور علامہ داودیؒ نے بھی اسے عظیم الشان اور نہایت مشہور تفسیر قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:" الإمام القرطبي، مصنف "التفسير المشهور"، وقدسارت بتفسيره الركبان، وهو تفسير عظيم في بابه. "(الوافي بالوفيات للصفديؒ: ٢/١٢٢، طبقات المفسرين للداووديؒ: ٢/ ٦٩)علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں:"وتبعه القرطبی۔ أي ابن عطية۔ في تلك الطريقة على منهاج واحد في كتاب آخر مشهور بالمشرق. "(المقدمة: ص٤٤٠)یعنی"تفسیر قرطبی مشرق میں نہایت مشہور معروف کتاب ہے، جس میں امام قرطبیؒ نے ابن عطیہ کا اسلوب اختیار کیا ہے"۔ المقریؒ کہتے ہیں:"كان ۔أي القرطبي۔ شيخاً فاضلاً، وله تصانيف مفيدة، تدل على كثرة اطلاعه ووفور علمه، ومنها تفسير القرآن، مليح إلى الغاية، اثنا عشر مجلّدا. "(نفح الطيب في غصن الأندلس الرطيب: ٢/ ٤١٠)یعنی"امام قرطبیؒ بڑے عالم فاضل تھے، ان کی کئی مفید تصانیف ہیں۔ جن سے ان کی وسعتِ اطلاع اور کثرت معلومات کا پتہ چلتا ہے، ان میں سے ایک قرآن مجید کی تفسیر

ہے جو بارہ جلدوں پر مشتمل نہایت شاندار تفسیر ہے۔''

تفسیر قرطبی ایک فقہی تفسیر: قرآن مجید کی جتنی بھی تفاسیر لکھی گئی ہیں، چھ اقسام سے باہر نہیں: (۱) تفاسیر لغویہ: اس قسم کی تفاسیر میں مولفین نے نحو، ترکیب، بلاغت اور دیگر علوم کے بیان کا اہتمام کیا ہے، یہ حضرات اپنی ان تفاسیر میں شعری و نثری شواہد بکثرت پیش کرتے ہیں، ان تفاسیر میں زجاج اور واحدی کی ''الوسیط''، ابوحیان کی ''البحر المحیط'' اور زمخشری کی ''الکشاف'' قابل ذکر ہے۔ (۲)۔ عقلی و فلسفی تفاسیر: اس قسم کی تفاسیر میں فلاسفہ کے اقوال و آراء، ان کے شبہات اور ان شبہات کا ردّ کیا گیا ہے۔ ان تفاسیر میں امام فخر الدین رازیؒ کی ''مفاتیح الغیب'' قابل ذکر ہے، جو ''تفسیر کبیر'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس تفسیر میں بعض مقامات پر انہوں نے فلاسفہ اور مبتدعین کے شبہات نہایت قوی دلائل کے ساتھ ذکر کیے ہیں، مگر ان پر جب انہوں نے ردّ کیا ہے تو نہایت رکیک اور کمزور دلائل کے ساتھ، یہ بات قابلِ تعجب ہے۔ (۳)۔ تفاسیر مبتدعہ: یہ وہ تفاسیر ہیں، جو روافض، معتزلہ اور دیگر باطل فرقوں نے لکھی ہیں، ان تفاسیر میں انہوں نے قرآنی آیات سے اپنے نظریات، افکار اور عقائد کو بزعم خویش ثابت کیا ہے۔ ان تفاسیر میں رمانی، جبّائی، قاضی عبد الجبار اور زمخشری وغیرہ معتزلہ کی تفاسیر شامل ہیں۔ بعض حضرات نے صوفیہ کی تفاسیر کو بھی ''تفاسیر مبتدعہ'' کے ذیل میں شمار کیا ہے۔ مگر یہ ادراج محل نظر ہے۔ (۴)۔ تاریخی تفاسیر: اس قسم کی تفاسیر میں سابقہ اُمتوں کے قصوں وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے، ثعلبی، خازن وغیرہ کی تفسیر بھی اسی ذیل میں آتی ہیں۔ (۵)۔ تفاسیر بالمأثور: ''تفسیر بالمأثور'' کے مفہوم میں خاصی وسعت پائی جاتی ہے۔ کسی آیت کا مفہوم و معنی اگر قرآن کریم ہی کی کسی آیت سے واضح ہوتا ہو یا رسول کریم ﷺ کی احادیث، یا آثار صحابہؓ و تابعینؒ سے اس پر روشنی پڑتی ہو تو اس کا نام ''تفسیر بالمأثور'' یعنی منقول تفسیر ہے۔ البتہ ''تفسیر بآثار التابعینؒ'' کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا وہ ''تفسیر بالمأثور'' کے قبیل سے ہے یا ''تفسیر بالرأي'' میں شامل ہے، مگر ہمارے خیال کے مطابق ''تفسیر بآثار التابعین'' کو ''تفسیر بالمأثور'' ہی میں شامل کرنا زیادہ قرینِ عقل وصواب ہے، کیونکہ جو کتبِ تفسیر منقولات تک محدود ہیں مثلاً تفسیر ابن جریرؒ، ان میں صرف احادیث نبویہ اور اقوالِ صحابہؓ ہی کو شامل نہیں کیا گیا، بلکہ آثارِ تابعین کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ ''تفاسیر بالمأثور'' میں طبریؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن مردویہؒ، عبد الرزاقؒ، ابن جوزیؒ، ابن کثیرؒ اور علامہ سیوطیؒ کی تفاسیر قابل ذکر ہیں، علامہ سیوطیؒ کی تفسیر ''الدر المنثور'' ان سب میں جامع تر ہے۔ (۶)۔ فقہی تفاسیر: ان تفاسیر کا بنیادی موضوع قرآن مجید سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط ہے۔ فقہی تفاسیر کی تعداد بھی کافی ہے، مگر ان میں سب سے زیادہ جامع مفید اور جلیل القدر تفسیر امام قرطبیؒ کی تفسیر ''الجامع لأحکام القرآن...'' ہے۔

تفسیرِ قرآن میں امام قرطبیؒ کا طریقۂ کار: جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تفسیر قرطبی کا شمار فقہی تفاسیر میں ہوتا ہے اور اس کا بنیادی موضوع قرآن مجید سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط ہے، مگر احکام فقہیہ کے استنباط کے علاوہ امام قرطبیؒ نے آیات کی تفسیر، مشکل الفاظ کی تحقیق، الفاظ کی اعرابی حیثیت اور اس کی وجوہ، بلاغت وغیرہ امور کو بھی بیان کیا ہے۔

انہوں نے کتاب کے شروع میں ایک نہایت مفصل اور مبسوط مقدمہ بھی تحریر کیا ہے یہ مقدمہ کل انیس ابواب پر مشتمل ہے، بارھواں اور تیرھواں باب دو دو فصلوں اور ستر ھواں باب ایک فصل پر مشتمل ہے۔ اس مقدمہ میں امام قرطبیؒ نے فضائلِ قرآن، آداب تلاوت، مراتبِ مفسرین ''سبعة أحرف'' کی تشریح، غالی صوفیہ سمیت بعض باطل فرقوں پر ردّ، اعجازِ قرآن اور علوم قرآن کی دیگر انتہائی اہم اور مفید مباحث کے بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ نہایت وقیع اور مفید مقدمہ ہے، جس سے آگاہی حاصل کرنا تفسیرِ قرآن کریم کے ہر طالب کے لئے ضروری ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر میں امام قرطبیؒ کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ کسی بھی سورت کی تفسیر شروع کرتے وقت سب سے پہلے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے نام ہیں؟ نیز اس کی فضیلت کیا ہے؟ اور اس کی فضیلت میں جو احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں، انہیں بیان کرتے ہیں چنانچہ سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں انہوں نے فرمایا: ''و أول مبدوء به الكلام في نزولها وفضلها وماجآء فيها؛ وهكذا كل سورة إن وجدنا لها ذلك''. (تفسیر القرطبي: ۱۱٤/۱) اگر مفسرین کا سورت کے محل نزول میں اختلاف ہو تو اسے بھی بیان کرتے ہیں، نیز اگر سورت مکّی ہو اور اس کی کچھ آیتیں مدنی ہوں یا اس کا عکس ہو تو اس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں، مثلاً سورۃ الأنفال کی تفسیر کے شروع میں انہوں نے فرمایا: ''مدنيّة بدريّة في قول الحسن وعكرمة وجابر وعطاء. وقال ابن عباسؓ: هي مدنية إلا سبع آيات....'' (تفسیر القرطبي: ۳۱٦/۷) اسی طرح سورۃ الأنعام کے شروع میں انہوں نے فرمایا: ''وهي مكية في قول الأكثرين. قال ابن عباسؓ وقتادةؒ: "هي مكيّة كلها إلّا آيتين منها نزلتا بالمدينة.... وقال الثعلبي: سورة الأنعام مكية إلّا ست آيات نزلت بالمدينة...'' (تفسیر القرطبي: ۳۰۲/٦) اس کے علاوہ سورت اور آیات کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں۔ شانِ ورود سے متعلق پورا واقعہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ کبھی کبھار تو وہ یہ تمام امور کسی بھی سورت کی تفسیر شروع کرنے سے پہلے ہی بیان کر دیتے ہیں اور اس کے بعد سورت کی تفسیر شروع کرتے ہیں اور کبھی کبھار سورت کی ابتدائی ایک یا چند آیات لکھ کر اس کے بعد یہ امور بیان کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان آیات کی تفسیر بھی بیان کر دیتے ہیں: مثلاً سورۃ آل عمران کی تفسیر شروع کرتے وقت انہوں نے اس کی ابتدائی دو آیتیں لکھیں اور اس کے بعد فرمایا: ''فيه خمس مسائل.'' (تفسیر القرطبي: ٤/ ٥) پھر تفصیل میں ''مسئلہ اولیٰ'' کے عنوان کے تحت بتایا کہ یہ سورت مدنی ہے، تورات میں اس کا نام ''طَيْبَة'' ہے، پھر یہ بتایا کہ ''الٓمّ اللّٰه'' میں ''الٓمّ'' کے میم پر وقف کرنا اور اسم جلالہ سے ملا کر پڑھنا دونوں جائز ہیں، اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال بتائے، پھر اسم جلالہ سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں ''میم'' پر کون سی حرکت آئے گی، اس بابت اہل علم کا اختلاف بیان کیا، بعد ازاں ''الحيّ القيّوم'' میں مزید دو قراءتیں بیان فرمائیں، ایک قراءت ''الحيّ القيّام'' ہے، یہ حضرت عمر فاروقؓ کی قرأت ہے، دوسری قراءت ''الحيّ القيّم'' ہے۔ ''مسئلہ ثانیہ'' کے عنوان کے تحت یہ بیان فرمایا کہ ایک سورت کو دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھنا درست ہے، اس سلسلے میں انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کا اثر اور سنن نسائی کی ایک

روایت پیش کی۔ ''مسئلہ ثالثۃ'' کے عنوان کے تحت انہوں نے سورۃ آل عمران کے فضائل میں وارد احادیث وآثار بیان کیے ہیں۔ ''مسئلہ رابعۃ'' کے عنوان کے تحت انہوں نے بیان فرمایا کہ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کو ''زَھــراوَیـن'' بھی کہتے ہیں، اس تسمیہ کی وجہ میں انہوں نے تین اقوال بیان فرمائے۔ ''مسئلہ خامسہ'' کے عنوان کے تحت انہوں نے اس سورت کے ابتدائی حصّہ کا سبب نزول بیان فرمایا۔

آیات کی تفسیر میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اکثر وبیشتر سب سے پہلے اجمالاً یہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت یا آیات میں اتنے مسائل ہیں، پھر تفصیل میں ہر مسئلہ کے تحت آیت پر مختلف حوالوں سے بحث کرتے ہیں۔ مثلاً آیت کی تفسیر اور اس میں اہل علم کے مختلف تفسیری اقوال نقل کر کے قائل کا نام ذکر کرتے ہیں، بعض جگہ ان کے اقوال پر تنقید وتبصرہ بھی کرتے ہیں، خصوصاً ابن جریر طبریؒ، ابن عطیہؒ، ابن العربیؒ، کیا ہراسیؒ اور ابوبکر جصاصؒ کے اقوال بکثرت نقل کرتے ہیں، اس کے علاوہ آیت جن غریب الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے، ان پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، اکثر وبیشتر لغت کی جانب رجوع کرتے اور عربی اشعار سے استشہاد کرتے ہیں، نیز مختلف الفاظ کی صرفی، نحوی واعرابی تحقیق بھی کرتے ہیں، آیت کی کوئی فضیلت ہو تو اسے بھی بیان کرتے ہیں، مختلف قراءتوں پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، قرآنی آیت جن احکام ومسائل پر مشتمل ہوتی ہے، ان پر تفصیلی بحث کرتے ہیں، ائمہ وفقہاء کے مذاہب وآراء اور ان کے دلائل وبراہین بیان کرنے کے بعد جو قول اور رائے راجح ہو اس کو دلائل کی روشنی میں ترجیح دیتے ہیں۔ امام قرطبیؒ باطل اور گمراہ فرقوں مثلاً معتزلہ، قدریہ، شیعہ، فلاسفہ، غالی صوفیہ وغیرہ کی تردید کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، اہل باطل کے شبہات ذکر کر کے ان پر مدلل رَد کرتے ہیں۔ اسرائیلی واقعات کا ذکر شاذ ونادر ہی کرتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ امام قرطبیؒ نے سورتوں اور آیات کے باہمی ربط وتعلق کو بیان کرنے کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ بہت کم جگہ انہوں نے ایک سورت کا گزشتہ سورت کے ساتھ اور اسی طرح ایک آیت کا گزشتہ آیت کے ساتھ ربط بیان کیا ہے۔ یقیناً یہ بہت بڑی کمی ہے، جو اس تفسیر میں پائی جاتی ہے۔

تفسیر قرطبی اور احادیث مبارکہ: امام قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی میں بڑی تعداد میں احادیث نبویہ بھی ذکر کی ہیں، یہ احادیث انہوں نے آیات کی تفسیر، فضائل سُور وآیات اور مسائل واحکام میں دلائل کے طور پر ذکر کی ہیں۔ تفسیر قرطبی میں مذکور احادیث کی تعداد ساڑھے چھ ہزار سے متجاوز ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں احادیث کا ذکر امام قرطبیؒ کے حدیث نبوی سے بے پناہ شغف اور لگاؤ پر دلالت کرتا ہے۔ امام قرطبیؒ صرف احادیث کے ذکر پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ حدیث اگر ضعیف ہو تو اس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں، کبھی تو خود اپنی جانب سے حدیث کی تضعیف کرتے ہیں، کبھی دیگر حضراتِ اصحابِ تخریج مثلاً ابن العربیؒ، عبدالحقؒ وغیرہ حضرات کے حوالے سے حدیث کی تضعیف کرتے ہیں۔

مگر تفسیر قرطبی میں جہاں صحیح اور حسن احادیث کی بڑی تعداد موجود ہے، وہیں اس میں بکثرت موضوع، واہی اور ضعیف احادیث بھی مذکور ہیں، خصوصاً تفسیر کا ثلث اخیر تو اس طرح کی احادیث سے اٹا پڑا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ امام

قرطبیؒ نے ان میں سے اکثر کے ضعف اور وضع پر تنبیہ بھی نہیں کی۔ ظاہر ہے یہ احادیث انہوں نے ثعلبی اور واحدی کی تفاسیر سے لی ہیں۔مگر اس سب کے باوجود تفسیر قرطبی میں صحیح اور حسن احادیث کی تعداد زیادہ ہے۔

تفسیر قرطبی اور فقہی مسائل: جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ تفسیر قرطبی کا شمار تفاسیر فقہیہ میں ہوتا ہے اور بنیادی طور پر اس کا موضوع قرآن کریم سے مسائل فقہیہ اور احکام کا استنباط ہے۔ چنانچہ امام قرطبیؒ نے آیاتِ احکام پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اور ان آیات سے مستنبط ہونے والے فقہی مسائل اور احکام پر مفصل اور مبسوط کلام کیا ہے۔فقہی مسائل میں انہوں نے ائمہ کرام اور فقہاء کا اختلاف بھی دلائل و براہین کے ساتھ بیان کیا ہے۔فقہاء کا اختلاف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے نزدیک جو قول راجح ہوتا ہے، اس کو دلائل کی روشنی میں ترجیح دیتے ہیں۔

چونکہ مسلکاً مالکی ہیں اس لئے عموماً امام مالکؒ کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں، مگر وہ متعصب مالکی نہیں ہیں، ان کے غیر متعصب ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ انہوں نے کتاب میں کئی مسائل پر امام مالکؒ کی رائے کو مرجوح اور مخالف رائے کو راجح قرار دیا ہے۔نمونے کے طور پر چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ نابالغ کی امامت جائز ہے یا ناجائز؟ اس بابت اہل علم کے درمیان اختلاف ہے امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ اور اصحاب الرأی (احناف) اسے ناجائز کہتے ہیں، حسن بصریؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ابن المنذرؒ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔امام شافعیؒ سے دو اقوال منقول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جمعہ کے علاوہ باقی نمازوں میں نابالغ امامت کرا سکتا ہے۔قدیم قول یہ ہے کہ جس کی امامت فرض نمازوں میں جائز ہے اس کی امامت عید کی نمازوں میں بھی جائز ہے، البتہ نماز عید میں غیر والی کی امامت مکروہ ہے۔امام اوزاعیؒ کا مذہب ہے کہ اگر کوئی ایسا بالغ شخص میسر نہ ہو جسے قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد ہو تو نابالغ امامت کرا سکتا ہے.....امام قرطبیؒ نے اس مسئلہ میں امام مالکؒ سے ہٹ کر دوسری رائے اختیار کی ہے۔وہ فرماتے ہیں:''إمامة الصغير جائزة إذا كان قارئا.''یعنی نابالغ کی امامت جائز ہے اگر وہ قرآن کریم پڑھنا جانتا ہو، اپنے اس قول کی تائید میں انہوں نے صحیح بخاریؒ میں حضرت عمرو بن سلمہؓ کی روایت پیش کی، حضرت عمرو بن سلمہؓ فرماتے ہیں:''میرا خاندان پانی کے ایک چشمہ کے قریب سکونت رکھتا تھا، وہ جگہ عام لوگوں کی راہ گذر تھی، ہم راہ چلتے لوگوں سے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں سوالات کیا کرتے تھے، لوگ ہمیں بتاتے کہ محمد ﷺ کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے فلاں فلاں وحی نازل ہوئی ہے۔میں وحی کے یہ الفاظ یاد کرلیا کرتا تھا۔عرب کے عام لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر نبوت کا یہ مدعی اپنی قوم پر غالب آ گیا تو وہ سچا نبی ہے۔ جب مکہ فتح ہوا تو لوگ دھڑا دھڑ اسلام قبول کرنے لگے، ہماری قوم میں میرے والد نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔قبول اسلام کے بعد جب وہ واپس قوم میں آئے تو کہنے لگے:''جئتكم۔والله۔من عند نبي الله حقا.''یعنی''بخدا! میں ایک سچے پیغمبر کے ہاں سے تمہارے پاس آرہا ہوں۔آپ ﷺ نے نمازوں کے اوقات بتائے اور فرمایا:''إذا حضرت الصلوة فليؤذن أحدكم وليؤمكم أكثركم قرآنا.''یعنی''جب نماز کا وقت ہو جایا کرے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہہ دیا کرے اور جو تم میں زیادہ قرآن کریم پڑھا ہوا ہو وہ امامت کرا دیا کرے''۔ پس لوگوں نے ادھر

ادھر نظر دوڑائی، مگر مجھ سے زیادہ قرآن کریم جاننے والا انہیں کوئی نہ ملا، اس لئے کہ میں آنے جانے والوں سے سن کر قرآن کریم یاد کرلیا کرتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے امامت کے لئے آگے کیا، اس وقت میں چھ یا سات برس کا تھا اور میرے پاس ایک چادر ہوتی تھی، جسے میں اپنے اوپر اوڑھے رکھتا۔ جب میں سجدہ کرنے لگتا تو چادر سمٹ جاتی اور میں برہنہ ہوجاتا۔ اس پر قبیلہ کی ایک خاتون نے کہا: ''الاتغطّون عنا است قارئکم!'' یعنی ''اپنے قاری صاحب کی ستر پوشی تو کرلیں۔'' چنانچہ قبیلہ والوں نے کپڑا خرید کر میرے لئے ایک قمیص بنوادی، اس قمیص سے مجھے جتنی خوشی ہوئی کسی اور چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی۔'' (تفسیر القرطبي: ۱/۳۹۵،۳۹۴)

☆ عیدالفطر کی نماز دوسرے دن اداء کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس بابت اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ عیدالفطر کی نماز صرف عید کے دن ہی اداء کی جاسکتی ہے اور وہ بھی زوال سے پہلے، عید کے دوسرے یا تیسرے دن اس کی ادائیگی جائز نہیں۔ ایک قول میں امام شافعیؒ بھی عدم جواز کے قائل ہیں۔ مزنیؒ نے اسی کو مختار قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ دوسرے دن عیدالفطر کی نماز اداء کی جاسکتی ہے۔۔ سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک دوسرے دن ادائیگی جائز ہے۔ ''الاملاء'' میں امام ابو یوسفؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیث بن سعدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام قرطبیؒ نے یہاں بھی اپنے امام کی بجائے، دلیل و برھان کی پیروی کی ہے اور جواز کا قول اختیار کیا ہے۔ ان کے الفاظ اس طرح ہیں: ''قلت: والقول بالخروج۔إن شاء الله۔ أصح؛ للسنة الثابتة في ذلك.'' یعنی ''میری رائے کے مطابق عیدالفطر کی نماز اداء کرنے کے لئے دوسرے دن عیدگاہ کی طرف نکلنے کا قول زیادہ صحیح ہے ان شاء اللہ کیونکہ ایسا حدیث سے ثابت ہے''......امام مالکؒ اور ان کے اصحاب دوسرے دن نمازِ عیدالفطر کی ادائیگی کے عدم جواز کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر عید کی نماز اصلی وقت گزر جانے کے بعد بھی اداء کی جاسکتی ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ وہ فرائض کی طرح ہوجاتی، حالانکہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ سنتوں کی قضاء نہیں کی جاتی، ظاہر ہے کہ عیدالفطر کی نماز بھی سنت ہے لہٰذا اس کی قضاء بھی درست نہیں......امام قرطبیؒ اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ عموماً سنتوں کی قضاء نہیں کی جاتی، تاہم شارع ان میں سے بعض سنتوں کو مستثنیٰ کرکے ان کی قضاء کا حکم دے سکتے ہیں۔ اس کی دلیل سنن ترمذیؒ کی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کردہ یہ حدیث مبارک ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''من لم یصلّ رکعتي الفجر، فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس'' یعنی ''جو شخص فجر کی دو سنتیں نہ پڑھ سکا ہو وہ طلوع شمس کے بعد ان کو پڑھ لیا کرے''۔ علماء مالکیہ کا اس بابت اختلاف ہے کہ آیا جو شخص تنگیٔ وقت کے سبب فجر کی سنتیں نہ پڑھ سکا ہو وہ طلوع شمس کے بعد ان کی قضاء کرسکتا ہے یا نہیں۔ بعض مالکیہ جواز اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔ اگر جواز کے قول کو درست مان کر اسے طلوع شمس کے بعد سنتیں اداء کرنے کی اجازت دی جائے، تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ اس نے جو دو رکعتیں طلوع شمس کے بعد پڑھی ہیں، یہ قضاء ہے یا یہ دو رکعتیں ثواب میں فجر کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہیں۔ شیخ ابن العربی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ دوسری صورت مالکی فقہ کی اساس واصل کے مطابق ہے اور ان دو رکعتوں کو قضاء کہنا بطور مجاز ہے۔ امام قرطبیؒ کہتے ہیں: ''قلت: ولا یبعد أن یکون

حكم صلاة الفطر في اليوم الثاني على هذاالأصل، لاسيّمامع كو نها مرّةً واحدةًفي السَّنة مع ماثبت من السُّنة...... أن قومارأوالهلال، فأ تواالنبيّ ﷺ ،فأمرهم أن يفطروابعد ماارتفع النهار، وأن يخرجواإلى العيد من الغد"۔ یعنی " میری رائے میں اسی اصل کے پیشِ نظر عید کی نماز دوسرے روز بھی پڑھی جاسکتی ہے۔اور یہ اجازت اس لئے بھی ہونی چاہیئے کہ عیدالفطر کی نماز سال بھر میں صرف ایک بار اداء کی جاتی ہے،اور حدیث سے بھی اس کا ثبوت ہے۔سنن نسائی کی" روایت ہے کہ چند لوگوں نے عید کا چاند دیکھا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر اس کی اطلاع دی، اس وقت دن کافی چڑھ چکا تھا۔آپ ﷺ نے لوگوں کو روزہ کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگلے روز عید کے لئے نکلیں۔"(تفسیر القرطبي : ۲۹۹،۳۰۰،۳۰۱/۲)

تفسیر قرطبی اور اسرائیلیات: امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھاہے:"واضرب عن كثير من قصص المفسرين، وأخبار المؤرّخين، إلّا مالا بدمنه، ولا غنى عَنه للتبيين."(مقدمة تفسير القرطبي :ص۲۶)یعنی "میں اس تفسیر میں سابقہ مفسرین کے بیان کردہ قصے کہانیاں،مؤرخین کے ذکر کردہ وقائع واخبار بیان نہیں کروں گا،ہاں وہ قصے اور تاریخی واقعات جن کا بیان کرنا ناگزیر ہو،انہیں ضرور بیان کروں گا"۔۔۔مگر امام قرطبیؒ نے اپنے اس وعدہ کا ایفاء نہیں کیا اور انہوں نے کتاب میں کئی جگہ اسرائیلی واقعات بیان کیے ہیں،حالانکہ ان کا ذکر ناگزیر نہیں تھا۔بطور مشتے نمونہ از خروارے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱...ابونعیم نے حضرت کعب احبارؓ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے:"أن إبليس تغلغل إلى الحوت الذي على ظهره الأرض كلها، فألقى في قلبه، فقال:"هل تدري ماعلى ظهرك۔ يالوثيا۔من الأمم والشجروالدواب والناس و الجبال؟ لو نفضتهم ألقيتهم عن ظهرك أجمع! قال: فهمّ لوثيا بفعل ذلك ،فبعث الله دابّة، فدخلت في منخره فعجّ إلى الله منها، فخرجت. "(تفسير القرطبي :۲۹۷/۱)یعنی"لوثیا ایک مچھلی ہے،جس کی پشت پر پوری کی پوری زمین ہے،ابلیس اس مچھلی میں سرایت کرگیا اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہوئے اس سے کہا:اے لوثیا! تجھے کیا پتہ، تیری پشت پر کتنی امتیں،درخت، چوپائے،انسان اور پہاڑ ہیں!اگر تو ان کو جھٹک دے تو یہ سب تیری پشت سے گر جائیں۔ چنانچہ لوثیا نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا،جس پر اللہ تعالیٰ نے ایک چوپایہ بھیجا، جو اس کے نتھنے میں داخل ہوگیا،اس سے لوثیا کو بہت زیادہ تکلیف ہوئی اور اس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ اس سے اس کی جان چھڑائے۔اللہ تعالیٰ نے فریاد رسی کرتے ہوئے چوپائے کو نکلنے کا حکم دیا۔چوپایا نکل گیا اور لوثیا اپنے ارادے سے باز آگئی"......یہ جھوٹا اسرائیلی واقعہ ہے، پتہ نہیں امام قرطبیؒ کو اس کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی!!

۲....امام قرطبیؒ نے سورۃ بقرۃ کی آیت ﴿فأزلهما الشيطن فأخرجهما مما كانافيه....... مستقرّ و متعٌ إلى حين﴾ کی تفسیر کے تحت فرمایا:"سانپ حضرت آدم علیہ السلام کا خادم تھا،مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کو جنت میں داخل کرا کے ان سے خیانت کی اور اپنی دشمنی اور بغض کا اظہار کیا۔پھر جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا ؑ جنت سے

زمین کی طرف نکال دیے گئے تو یہ دشمنی اور پختہ ہوگئی۔اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر سانپ کا رزق مٹی قرار دیا اور اس سے کہا گیا:"أنت عدو بني آدم، وهم أعداؤك، وحيث لقيك منهم أحد شدخ رأسك "یعنی"تو انسانوں کا اور انسان تیرے دشمن ہیں، ان میں سے کوئی بھی تجھے جہاں پائے گا وہ تیرا سر کچل دے گا۔"(تفسیر القرطبي :۱/۳۵۴)...یہ بھی اسرائیلی قصہ ہے اس کی ناگزیریت بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے!!

۳....امام قرطبیؒ نے اصحاب کہف کے کُتّے اور اس کے رنگ و نام میں اختلاف سے متعلق جو تفصیل بیان کی ہے، وہ سب کی سب اسرائیلیات کے قبیل سے ہے۔(تفسیر القرطبي:۱۰/۳۲۲)اس کی ناگزیریت بھی نا قابلِ سمجھ ہے!!

تفسیر قرطبی اور نحوی وصرفی مباحث:۔امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں جابجا آیات کی تفسیر میں بقدرِ ضرورت نحوی وصرفی مباحث بھی ذکر کیے ہیں: مثلاً آیت ﴿ولن ترضى عنك اليهود ولا النصارى حتى تتبع ملتهم﴾ کی اعرابی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"و﴿تتبع﴾ منصوب بأنْ ولكنها لا تظهر مع حتى، قاله الخليل؛ وذلك أن حتى خافضة للاسم كقوله:﴿حتى مطلع الفجر﴾ [القدر:۵] وما يعمل في الاسم، لايعمل في الفعل البتة، وما يخفض اسما لاينصب شيئاً. وقال النحاس:﴿تتبع﴾ منصوب بحتى، و﴿حتى﴾ بدل من أنْ". (تفسير القرطبي:۲/۹۱) یعنی"آیت میں ﴿تتبع﴾"أن" کی وجہ سے منصوب ہے، مگر وہ"حتى" کے ساتھ ظاہر نہیں ہوتا۔یہ خلیل کا قول ہے۔اور "حتى" بذاتِ خود﴿تتبع﴾ میں عامل نہیں ہے کیونکہ"حتى"اسم کو جر دیتا ہے۔جیسے قول باری تعالیٰ:﴿حتى مطلع الفجر﴾ میں۔اور اسم میں عمل کرنے والا عامل، فعل میں بالکل عمل نہیں کرتا۔نیز جو عامل اسم کو جر دے وہ نصب کا عمل نہیں کرتا۔جب کہ نحاس کا کہنا ہے کہ﴿تتبع﴾کو﴿حتى﴾نے نصب دیا اور"حتى""أن" کا قائم مقام ہے۔"....اس طرح کی نحوی مباحث بقدرِ ضرورت تفسیر قرطبی میں جابجا ملتی ہیں۔

علاوہ ازیں کتاب میں موقع بموقع صرفی مباحث بھی مذکور ہیں، صرفی مباحث میں امام قرطبیؒ مختلف ابواب سمیت صیغوں امر، مضارع وغیرہ پر تنبیہ فرماتے ہیں: مثلاً آیت ﴿إنما المؤمنون الذين إذا ذكر الله وجلت قلوبهم﴾ میں وہ "وجلت" کے مصدر، مضارع اور امر وغیرہ کے صیغوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"في مستقبله أربع لغات: وَجِلَ يَوجَلُ ويَاجَلُ ويَيجَلُ ويِيجَلُ، حكاه سيبويه. والمصدر وَجِلَ وَجَلاً ومَوجَلاً بالفتح. وهذا مَوجِلُه (بالكسر)للموضع والاسم..... والأمر منه "ايجل" صارت الواو ياءً لكسرة مقبلها۔ وتقول: إنّي منه لأ وجل ولا يقال في المؤنث: وَجلاء، لكن وجلة۔"(تفسير القرطبي:۷/۳۲۱)یعنی"سیبویہ کے بیان کے مطابق وجل کے مستقبل پر چار لغات ہیں:یَوجَلُ، یَاجَلُ، یَیجَلُ اور یِیجَلُ۔اس کا مصدر"وَجَلاً" اور مَوجَلاً، آتا ہے، جب کہ "مَوجِلٌ" اسم ظرف ہے۔جو لوگ فعل مستقبل"یَاجَلُ" پڑھتے ہیں، وہ واؤ کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدلتے ہیں۔جب کہ قرآنی لغت"واؤ" کے ساتھ ہے، جیسے قول باری:﴿قالوا لاتوجل﴾[الحجر:۵۳]اور"یِیجَلُ" بنی اسد کی لغت ہے۔وہ لوگ علامت مضارع کو کسرہ دیتے ہوئے یوں کہتے ہیں:"أنا إِيجَلُ، نَحنُ نِيجَلُ،أنتَ تِيجَلُ"۔جو لوگ

فعل مستقبل ''یِیْحَلُ'' پڑھتے ہیں تو ان کا قول بھی بنی اسد کی لغت پر مبنی ہے، البتہ یہ لوگ یاء کو بجائے کسرہ کے فتحہ دیتے ہیں ،جیسا کہ ''یَعلَم''میں بنی اسد نے یاء کو کسرہ دیا ہے اور ''یَعلَمُ'' میں یاء کو کسرہ اس لئے نہیں دیا گیا کہ یاء پر کسرہ کو وہ لوگ ثقیل سمجھتے ہیں، پھر ''یِیحَلُ'' میں یاء کو ان لوگوں نے کسرہ کیوں دیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے تا کہ ایک یاء دوسری یاء کی وجہ سے قوی ہو جائے۔اور اس کا امر ''اِیْجَلْ'' آتا ہے۔واؤ کو ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل دیا گیا۔اسم تفضیل مذکر ''أَوْجَلُ'' اور مؤنث ''وَجِلَة'' آتا ہے نہ کہ ''وَجلاءُ.....''تفسیر قرطبی میں اس طرح کی صرفی مباحث کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔

تفسیر قرطبی اور دیگر مفید مباحث: تفسیر قرطبی میں امام قرطبیؒ نے دیگر مختلف علمی وفنی فوائد بھی ذکر کردیئے ہیں۔بعض چیزوں کے طبی فوائد بھی بیان کئے ہیں مثلاً شہد کی خصوصیات اور اس کے فوائد پر انہوں نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ملاحظہ فرمائیں(تفسیر القرطبي :۱۰/۱۲۳،۱۲۲،۱۲۱)اسی طرح ''کھمبی'' کے طبی فوائد پر بھی انہوں نے روشنی ڈالی ہے۔ملاحظہ فرمائیں(تفسیرالقرطبي :۱/۴۴۶)علاوہ ازیں وہ موقع بموقع بقدر ضرورت فلسفی وکلامی مباحث بھی بیان کرتے ہیں،الفاظ غریبہ پر روشنی ڈالتے وقت وہ استشہاد میں بکثرت اشعار پیش کرتے ہیں،تفسیر قرطبی میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔اس کے علاوہ دیگر مناسبات سے بھی وہ اشعار پیش کرتے ہیں۔

غرض تفسیر قرطبی ہر لحاظ سے بہترین اور جامع ترین تفسیر ہے۔اس میں آیات کی تفسیر کرتے وقت ہر قسم کے پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔اسباب نزول،قراءات مختلف علماء سلف کے تفسیری اقوال،ان پر نقل وتبصرہ،الفاظ غریبہ کی لغوی داد بھی تحقیق اور اس سلسلے میں عربی اشعار سے استشہاد،فقہی مسائل اور ان میں فقہاء کرام کے اختلاف کا بیان مع دلائل وترجیح،رائج،نحوی، صرفي،طبی،بلاغی،فلسفي،منطقی،طبّی،مباحث،ناسخ ومنسوخ،غالی صوفیہ سمیت ہر باطل فرقہ مثلاً روافض،معتزلہ،قدریہ،وغیرہ پر ردّ....غرض کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں رہنے دیا گیا۔

البتہ تفسیر کے تفصیلی مطالعے سے تین نقص سامنے آتے ہیں،ایک یہ کہ آیات وسُور کے باہمی ربط وتعلق کو بیان کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا دوسرا یہ کہ بعض مقامات پر اسرائیلی واقعات کو جگہ دی گئی ہے۔حالانکہ ان کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

تیسرا نقص یہ ہے کہ تفسیر قرطبی میں ایسی ضعیف اور موضوع احادیث بھی بکثرت موجود ہیں،جن کے ضعف اور وضع کی امام قرطبیؒ نے نشاندہی نہیں فرمائی۔خصوصاً ثلث اخیر تو اس قسم کی احادیث سے بھرا پڑا ہے۔

کتاب کے مطبوعہ ایڈیشن: اس وقت ہمارے پیش نظر کتاب کا ایک مطبوعہ نسخہ ہے، جسے بیروت سے ''دارالکتاب العربي'' نے عبدالرزاق مہدی کی تحقیق کے ساتھ بیس جلدوں میں چھاپا ہے۔

محقق کہتے ہیں:

''اس سے پہلے اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے تھے، جن کے بارے میں کہا گیا تھا کہ ان کا اصل مخطوطوں سے تقابل کیا گیا ہے۔بطور ثبوت ان مخطوطوں کے چند اوراق کی فوٹو کاپی بھی ان ایڈیشنوں کے شروع

میں لگائی گئی تھیں۔مگر جب میں نے اس کتاب پر تحقیقی کام شروع کرنے کا ارادہ کیا اور اصل مخطوطوں کو سامنے رکھا تو مخطوطوں میں جا بجا تصحیف پائی گئی۔ میں نے ان ایڈیشنوں کو سامنے رکھا، جن کے بارے میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان کا اصل مخطوطوں سے تقابل کیا گیا ہے۔اس سے میرا مقصد تنقید ہرگز نہیں تھا، بلکہ استفادہ کی غرض سے میں نے ایسا کیا۔مگر جب میں یہ جدید ایڈیشن دیکھتا گیا تو ان میں وہی غلطیاں پائی گئیں، جو اصل مخطوطوں میں تھیں۔تب میں سمجھ گیا کہ یہ محض بلا دلیل دعویٰ تھا۔ان لوگوں نے ان ایڈیشنوں میں ایک مصحف یا محرف کلمہ تک کی بھی تصحیح نہیں کی تھی۔ میں نے اس ایڈیشن میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان تمام تصحیفات اور تحریفات کی نشاندہی کرتے ہوئے تصحیح کا بھرپور اہتمام کیا،اس کے لئے میں نے امام قرطبیؒ کے مراجع ومصادر مثلاً تفسیر طبری، کتب حدیث اور ماوردی اور زمخشری وغیرہ کی کتب کی طرف مراجعت کی“۔

اس نسخہ کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

☆ کتاب میں مذکور احادیث کی تخریج، ان کا درجہ، اور حدیث ضعیف یا موضوع ہو تو اس کا سبب اختصاراً بیان کیا گیا ہے۔☆ اسرائیلیات کی نشاندہی کی گئی ہے، خصوصاً ان منکر اسرائیلیات کی جن کی بنیاد اٹکل پچو پر ہے یا ہمارے اصول کے مخالف ہیں۔☆ بطور شواہد پیش کردہ آیات کریمہ کی تخریج کی گئی ہے۔☆ کلمات غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔☆ اکثر وبیشتر مقامات پر اشعار کے قائلین کے نام بتائے گئے ہیں۔☆ جہاں جہاں تحریف یا تصحیف ہوئی ہے، اس کی اصلاح کا اہتمام کیا گیا ہے۔اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔☆ احادیث مرفوعہ پر نمبر لگائے گئے ہیں۔البتہ بعض جگہ یہ نمبر سہواً مکرر لگ گئے ہیں۔☆ بعض مقامات پر مفید تعلیقات کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

البتہ بعض احادیث کی تخریج محقق نہیں کر سکے، جس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ مصنف نے ان احادیث کے لئے ثعلبی اور واحدی کی تفاسیر کا حوالہ دیا ہے۔اور یہ دونوں تفاسیر اس وقت ان کو بلاد شام میں دستیاب نہ ہوسکیں۔مگر قاری کو یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ جن احادیث میں ثعلبی اور واحدی منفرد ہیں، وہ اکثر وبیشتر ضعیف یا موضوع ہی ہوتی ہیں، چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:”ومايـنـقله الثعلبي في تفسيره، فقد أجمع أهل العلم بالحديث، أنه يروي طائفة من الأحاديث الموضوعة، وهكذا تلميذه الواحدي.“(منهاج السنة: ٤/٤)یعنی”ثعلبی اور ان کے شاگرد واحدی نے اپنی تفاسیر میں جو احادیث ذکر کی ہیں، علماء حدیث کا اجماع ہے کہ ان میں سے اکثر موضوع ہیں۔“

واضح رہے کہ اس سے پہلے یہ کتاب ۱۹۳۵ء تا ۱۹۵۰ء کے دورانیہ میں قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔ بعد ازاں اکتوبر ۱۹۵۲ء کو احمد عبدالعلیم بردونی کی تصحیح اور معمولی مگر مفید تعلیقات کے ساتھ اسے دوبارہ چھاپا گیا۔پھر اسی نسخہ پر شیخ ھشام سمیر بخاری نے تصحیح کا کام کیا اور ۱۹۹۵ء کو بیروت سے”دار احياء التراث العربي“نے اسے چھاپا۔

☆☆☆